اور مصر کے جو علاقے اسلامی مملکت سے نکل گئے تھے اُنھیں پھر سے فتح کیا تھا ۔ اُنھیں سے کے سپہ سالار عقبہ بن نافع نے اُن کے بیٹے امیر یزید کے دورِ حکومت میں وہ کارنامہ انجام دیا جس کا ذکر اقبالؒ نے بڑے فخر سے کیا ہے کہ ؎

دشت تو دشت تھے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

حضرت اُمِ حرامؓ کے گھر میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دو خواب دیکھے تھے انہیں امیر معاویہؓ اور ان کے فرزند دلبند امیر یزید نے جو حضرت زینب بنتِ علیؓ کے داماد اور حضرت حسینؓ کی سالی کے صاحبزادے تھے پورا کیا اور جنت کی بشارت پائی ۔ امیر معاویہؓ اسلام کے پہلے وزیر خارجہ ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام کے پہلے امیر البحر اور اسلام کی پہلی بحری فتح کے اعزاز کے حامل بھی تھے ۔ مسلمان قیامت تک جتنی مرتبہ سمندری جہادی معرکوں میں حصہ لیں گے اُن کا ثواب حضرت معاویہؓ کو ملے گا ۔ اُنہوں نے سترہ سو جنگی جہاز بنوائے ۔ منہاج السنّۃ میں امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ ——— مسلمانوں کی پوری تاریخ امیر معاویہؓ سے بہتر حکمران پیدا نہ کرسکی ۔ حضرت کعب بن زُہیرؓ کو اُن کے قصیدے " بانت سعاد " پر جو چادر اللہ کے رسول نے اُڑھائی تھی وہ امیر معاویہؓ نے بڑے دام دیکر خریدلی تھی ۔ یہ چادر آخر وقت تک وہ تبرکاً اوڑھتے رہے ۔ قسطنطنیہ میں یہ چادر آج بھی محفوظ ہے ۔ علامہ سیوطی نے لکھا ہے :

کہ حضور اکرمؐ ایک بار حضرت اُمِ حبیبہؓ کے ساتھ اپنے خیمہ میں تھے کہ آپؐ نے امیر معاویہؓ کو آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا ——— ام حبیبہؓ ! یہ تیرا بھائی آرہا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے یوں اُٹھائے گا کہ اس پر نورِ ایماں کی ایک چادر ہو گی !

مؤلف : ابو مدثر

قادیان سے اسرائیل تک

اسلام کے خلاف اس صدی کے سب سے بڑے فتنے " مرزائیت " کے خدوخال ، بین الاقوامی سازشوں یہودیوں کے گٹھ جوڑ اور عقائد و کردار پر ایک سائنٹیفک اور سب سے پہلی کتاب ، تحریکِ ختمِ نبوت کے ہر کارکن کے لیے اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے ۔ قیمت : ۲۰/۰ روپے

ملنے کا پتہ : دفتر نقیبِ ختمِ نبوت ۔ دارِ بنی ہاشم ۔ — مہربان کالونی — ملتان

اظہارِ حقیقت

مولانا محمد عبدالحق چوہان

اس وقت ماہنامہ "آداب عرض" بابت ماہ دسمبر ۱۹۵۸ء ہمارے پیشِ نظر ہے۔ اسمیں "ایثار" کے عنوان سے "علامہ احمد شبلی کا ایک مضمون شریکِ اشاعت ہے اور اس مضمون پر بظاہر تعارف کے یہ جملہ تحریر ہے:

"سرزمینِ عرب کا ایک دلچسپ ترین تاریخی واقعہ"

یہ مضمون بظاہر یزید بن معاویہ کے ایک عشقِ ناکام کی داستان ہے۔ لیکن درحقیقت یہ تحریر صحابہ کے خلاف قائم کردہ تحریک سبائیت کے مذموم مقاصد کی ترجمان ہے۔ کیونکہ اس تحریر میں حضرۃ معاویہؓ کی روشن اور منزّہ سیرت کو مخادعۃ اور مکر و فریب کے بدنما داغوں سے داغدار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ افسانہ نویس نے اگرچہ اس دروغ بے فروغ کے مآخذ کی نشاندہی نہیں کی لیکن یہ افسانہ بے نشانہ ابن قتیبہ المتوفی ۲۷۶ھ کی " الامامۃ والسیاسۃ" سے ماخوذ ہے۔ یہ افسانہ بظاہر ایک تاریخی واقعہ کی حیثیت کا حامل ہے۔ لیکن حقیقت کے اعتبار سے اس کا تعلق "منصبِ صحابہ کے "معیارِ حق" ہونے کے ساتھ ہے۔ کیونکہ اس دروغ بے فروغ کی صحت کو تسلیم کر لینے کے بعد حضرۃ معاویہؓ: "اصحابی کالنجوم فبأیہم اقتدیتم اھدیتم" یعنی میرے صحابہ ستاروں کی مانند ھیں ان میں سے تم جس کی اقتدار کروگے ھدایت پالوگے کا مصداق نہیں رہ سکتے۔ اس لئے کہ جس شخص کے معاملات کی مدار ہی مخادعۃ پر ہو۔ وہ کب قائد ھدایت بن سکتا ہے۔ یزید کی اس عشقیہ داستان کی تغلیط و تردید میں ہمیں براہ راست کوئی دلچسپی نہیں۔ بلکہ بقول حضرۃ مولانا عامر عثمانی مرحوم:

"ہمارا احساس تو حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ کی حرمۃ و آبرو کے تعلق سے تڑپ اٹھتا ہے اور حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ کی حرمت و آبرو بھی ہمیں اس لئے مطلوب و محبوب نہیں ہے کہ وہ اُموی تھے۔ بلکہ اس لئے مطلوب و محبوب ہے کہ وہ صحابی تھے۔ کاتب وحی تھے۔ رسول اللہ نے ان کے تفقہ کو سراہا ہے۔ ان کے والد ابوسفیان کی فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ نے اتنی بڑی پاسداری کی ہے کہ تاریخ اس کی نظیر نہیں لاسکتی۔ ان کی عزۃ ہمارے اس عقیدے کی عزۃ ہے جو جملہ صحابہ کے بارے میں ہم رکھتے ھیں۔ بلکہ یوں کہیئے کہ جملہ اہلِ سنۃ رکھتے ھیں۔"

اس روایت کے مالہ و ماعلیہ بیان کرنے سے قبل ہم حکیم الامت شاہ ولی اللہ فاروقی رحمہ اللہ کا ایک قول بصورۃ تنبیہ پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں :

تنبیہ سوم : باید دانست کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ یکے از اصحاب آنحضرۃ بود صلی اللہ علیہ وسلم و صاحب فضیلۃ جلیلہ در زمرۂ صحابہ رضوان اللہ علیہم زنہار در حق او سوء ظن نکنی و در ورطۂ سب او نہ افتی تا مرتکب حرام نشوی۔

"حضرۃ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے۔ جماعۃ صحابہ میں ان کا شمار صاحب فضیلت جلیلہ کے لحاظ سے ہے۔ خبردار ان کے حق میں بدگمانی نہ کرنا اور نہ ہی ان کے حق میں کوئی ناشائستہ کلمہ زبان پر لاکر عمل حرام کا ارتکاب کرنا"

[ازالۃ الخفاء ص ۱۴۶ ج ۱ ، عنوان تنبیہ سوم زیر عنوان مقصد اوّل در فتنی کہ متصل انقضاء خلافت پیش آیند ۔]

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس واضح قول کی روشنی میں حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مولانا عبدالرشید نعمانی کا یہ قول بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

"کیونکہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ تو مولفۃ القلوب تھے فتح مکہ پہ اسلام لائے طلقاء میں ان کا شمار ہے"

اس مختصر تمہید سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہ داستان محض تاریخی حیثیت کی حامل نہیں تاکہ تاریخی روایات کی طرح اس میں تساہل و تسامح کو برداشت کر لیا جائے بلکہ اس داستان بے فروغ کا مضمون ان آیات قاطعہ کے مفہوم و مضمون کے متضاد ہے جن میں بلا استثناء تمام صحابہ کی دیانت تقویٰ اور پرہیزگاری کو بیان گیا ہے۔ "الامامۃ والسیاسۃ" کے متعلق بعض آئمہ فن کی تحقیق یہ ہے کہ اس کتاب کی نسبت امام ابن قتیبہ کی طرف ہی جعلی اور وضعی ہے۔ اس لئے کہ ابن خلکان۔ لسان المیزان۔ شذرات الذہب اور بغیۃ الوعاۃ سے اخذ شدہ معلومات سے یہی حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ مذکورہ کتاب ان کی تصانیف میں داخل نہیں۔ بلکہ صحابہ کی عدالت و ثقاہت کو مجروح کرنے کی غرض سے بعض لوگوں نے یہ مجموعہ مرتب کرکے ابن قتیبہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ جب اس کتاب کے مصنف و مرتب کا بھی یقینی علم نہیں تو مجہول النسب ماخذ سے حاصل کردہ اس افسانہ کی کیا حیثیت اور وقعت ہوگی۔ اس داستان کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے۔

یزید بن معاویہ ایک سال حج کے ایام میں مکہ آیا تھا وہ مناسکِ حج ادا کرکے وارِدِ مدینہ ہوا۔ اتفاقاً ایک روز شہر سے باہر اسے کسی خیمہ کے در پر ایک پری چہرہ حسین دوشیزہ دکھائی دی جس کے جمال و لباس نے اسے حیرت زدہ کر دیا ادھر تو یزید عقل و ہوش کھو بیٹھا اور ادھر لڑکی اسے گرم نگاہ سے دیکھتی ہوئی قنات کی اوٹ میں ہو گئی۔ اب یزید روزانہ اسی خیمہ کی طرف سے گزرنے لگا۔ اس امید میں کہ ایک بار پھر ساحرہ کو دیکھ لے۔ لوگوں سے اس کے متعلق دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس پیکرِ حسن کا نام ارینب بنتِ اسحٰق ہے۔"

اس ابتدائی دیدار کے بعد بیان کیا گیا ہے کہ یزید اس کے عشق میں شب و روز مصروف رہتا۔ ایک رات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے رفیق نامی غلام نے اس سے اس پریشانی کے متعلق دریافت کیا تو یزید اور اس کے درمیان درج ذیل مکالمہ ہوا:

"کیا بتاؤں رفیق۔ میں بُری طرح محبت میں مبتلا ہو گیا ہوں۔

کس کی محبت کا روگ لگ گیا ہے جو اتنے پریشان ہیں۔ کیا وہ محبوبہ بھی آپ کو چاہتی ہے؟

یہ تو میں نہیں جانتا مگر میں اس کی محبت میں گھلا جا رہا ہوں۔ اس گرویدگی کی خبر آپ کے والد ماجد کو ہے؟

اللہ تعالیٰ امیر المومنین کی عمر دراز کرے میں اُنکی پدری شفقت سے بخوبی آگاہ ہوں ان کی مہربانیاں میرے حق میں سب سے زیادہ ہیں مگر کیا کروں شرم و حیا میری زبان روکے ہوئے ہے اور یہی دل کی بات لبوں تک نہیں آنے دیتی۔ میں رات رات بھر اسی حسینہ کے خیال میں جاگتا رہتا ہوں۔ اسی کے تصوّر میں دن کو رات سے اور رات کو دن سے ملا دیتا ہوں جہاں تک میرا گمان ہے امیر المومنین کو میری گرویدگی کی اطلاع مل چکی ہے۔ مگر وہ میری حالت پر ملتفت نہ ہوئے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ امیر المومنین میرے متعلق کیوں تغافل برت رہے قسم اللہ کی اگر اُنکا جلال و وقار مانع نہ ہوتا تو میں اپنا حال بیان کر دیتا تاکہ کوئی صورت پیدا ہو سکتی۔ مگر کیا کروں مجبور تھا۔ مجبور ہوں۔"

یہ مکالمہ درحقیقت اس نظریہ کے بیان کرنے کیلئے تمہید ہے جس کو افسانہ نگار رفیق کی زبانی کہلوانا چاہتا ہے اور وہی نظریہ اس افسانہ کے وضع کرنے کیلئے مرکزی نقطہ ہے اب رفیق کی زبانی اسکو بیان کیا جاتا ہے۔

رفیق بغور یزید کی باتیں سنتا رہا اور جب اس کی گفتگو ختم ہوئی تو کہا:

"میں تو آپ کو قوی دل اور مستقل مزاج سمجھتا تھا۔ امیر المومنین کے تغافل کی شکایت غیر مناسب ہے میں انکی طرف سے یہ عرض کر سکتا ہوں کہ خلافت پناہ آپ کے بارے میں نہ غافل ہیں اور نہ تغافل شعار ہیں بلکہ آپ سے بڑھ کر اُنہیں کوئی پیارا نہیں جس کی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ اُنہوں نے اپنی زندگی ہی میں آپ کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا ہے حالانکہ جمہور صحابہ اس کے سخت مخالف تھے مگر انہوں نے کسی معترض کی بات نہ مانی اور آپ کو ولی عہد بنا کے ہی چھوڑا۔ آپ کو ہمیشہ اُن کا شکر گزار رہنا چاہیئے۔"

اب رفیق کی زبانی یہ انکشاف کرایا گیا ہے کہ حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو پدری شفقت کی بناء پر ولی عہد مقرر کیا۔ اور آپ کے اِقدام پر جمہور صحابہ نے سخت مخالفت کی۔ لیکن آپ نے کسی کی مخالفت کو قابلِ التفات ہی نہ سمجھا اور ولی عہد بنا کر ہی چھوڑا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ اقدام ملّتِ اسلامیہ کی بہی خواہی کے جذبہ کے تحت کیا تھا کیونکہ آپ تحریک سبائیت کی ریشہ دوانیوں اور انکے دور رس نتائج سے بخوبی آگاہ تھے۔ حادثۂ جمل وصفین کی خانہ جنگی اور اُمّت کے انتشار کا المیہ آپ کی حقیقت شناس فراست کے سامنے موجود تھا کتنی قربانیوں اور حضرۃ حسن رضی اللہ عنہ کے تحمل وحلم اور حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ کے تدبّر وفراست کے بعد ہی اُمّۃ کو اجتماعی قوت حاصل ہوئی اور ملّتِ اسلامیہ وحدت کے مرکزِ ثقل پر مجتمع ہوئی۔ اب حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُمّت کے بہی خواہ حضرات کی سیاست پر یہ امر موقوف تھا کہ اپنی حکمت عملی سے اُمّت کے اس اتفاق کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔ یا پھر اُمّت کو اختلاف وانتشار کی دہکتی ہوئی آگ میں دھکیل دیتے ہیں۔ چنانچہ اسی جذبہ خیر خواہی کے تحت "مجلس دُھاۃُ العَرب" کے رکنِ رکین سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ولائے عہدی کی تجویز پیش کی۔ اس تجویز پر اِنفرادی اور اِجتماعی طور پر مشورہ ہوا۔ کئی لاکھ مربع میل پر پھیلی ہوئی سلطنتِ اسلامیہ کے جیوش نے اس تجویز سے اِتفاق کیا اور اس وقت اِسلامی امصار صحابہ کرام کی ذواتِ مقدسہ سے خالی نہیں تھے۔ لیکن تمام تاریخی مواد میں صرف اِن حضرات کے اسماء گرامی منقول ہیں کہ انہوں نے ولایتِ عہد کی تجویز کی مخالفت کی حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما۔ حضرۃ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما گیا ۵۰ھ تا ۵۶ھ تک پورے عالم اسلام میں صرف یہی چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم موجود تھے باہم جمہوریت پسند حضرات سے جمہوری اصول کے

تحت سوال کرتے ہیں کہ اس طرح کی وسیع عریض سلطنت میں صرف اُن چار حضرات کے اختلاف رائے کو جمہور کی مخالفت سے کس اصول کے تحت تعبیر کیا جا سکتا ہے؟ مولانا حکیم محمود احمد صاحب ظفر اپنی مایۂ ناز تصنیف "سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ شخصیت اور کردار" کے حصہ اول میں یزید کی ولی عہدی کے زیر عنوان اس روایت پر بحث کرتے ہوئے کہ یزید کی ولی عہدی کی تجویز سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے پیش کی سختی سے تردید کرتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ:

"بہر حال کسی اور نے ولی عہدی کی تجویز سیدنا معاویہؓ کو بتائی یا سیدنا معاویہؓ کے ذہن میں خود آئی"

وہ اپنی اس رائے کی تائید میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ:

"سیدنا مغیرہ بن شعبہ کی وفات تو ۵۱ھ میں ہو چکی تھی اور یزید کی ولی عہدی کا معاملہ ۵۶ھ میں پیش آیا"

ہمارے نزدیک یہ دلیل اپنے مدعی کے اثبات کیلئے غیر مستحق ہے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ نے یہ تجویز پیش کی ہو اور کامل پانچ یا چھ سال تک اس تجویز پر غور و فکر کیا گیا ہو اور اسلامی بلاد کے لوگوں سے اس تجویز کے متعلق انکی رائے دریافت کی گئی ہو اور کامل غور و فکر کے بعد ۵۶ھ میں اس تجویز پر عملی اقدام کیا گیا ہو۔ بعض لوگوں نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ حضرۃ معاویہؓ اگر اُمت کے اتحاد اور قوۃ اجتماعی کو باقی رکھنے کیلئے ولایۃ عہد کی تجویز پر عمل کرنا ضروری سمجھتے تھے تو انہیں چاہیئے تھا کہ اپنے بیٹے کے علاوہ کسی اور شخص کیلئے یہ عہدہ تجویز کرتے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس وقت بنو اُمیہ کو جو سیاسی قوت و سیادت حاصل تھی۔ ان حالات کے پیشِ نظر اس مقصد کے حصول کی صورت صرف یہی ایک تھی کہ یزید ہی کو ولایۃ عہد کے عہدہ پر متمکن حاصل ہو۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ قریبی رشتہ دار کو کسی عہدہ اور منصب پر مقرر کرنا شرعاً ممنوع نہیں حضرۃ عثمان رضی اللہ عنہ پر بھی سبائیوں نے یہی اعتراض کیا تھا کہ اُنہوں نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو حکومت کے اہم مناصب پر متعین کر دیا تھا۔

اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے علماء نے کہا ہے:

منھا تولیۃ اقاربہ ولیس ـــــ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر جو اعتراضات کیئے گئے تھے